محمد بشیر ایم اے

شاہ اسمٰعیل شہید — مشاہیر کی نظر میں

مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ایمان افروز مساعی سے لاکھوں گم گشتگانِ راہِ حق شرک کے مہلک گرداب اور بدعات کے دامہائے خوش رنگ سے نکل کر جادۂ "تقویۃ الایمان" اور "صراطِ مستقیم" پر گامزن ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ یہ جامع الصفات ہستی اپنے روشن کردار کے باعث زندۂ جاوید ہے۔ اہلِ نظر بے اختیار اس کی عظمت اور جامعیت کا اعتراف کرتے اور خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ سطورِ ذیل میں چند مشاہیر کے رشحات اسی ضمن میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

سید احمد شہیدؒ کا تبلیغی قافلہ جب لکھنؤ پہنچا تو وہاں کے ایک دین دار بزرگ منشی خیر الدین نے ایک استفتا مولانا عبدالحی بڈھانویؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی خدمت میں پیش کیا، جس پر بعض علما نے حج کی عدمِ فرضیت کا فتویٰ دے رکھا تھا۔ مولانا عبدالحی اور شاہ اسمٰعیل نے مدلل اور پُرزور طریقے پر اس کی مخالفت کی اور حج کی فرضیت کا فتویٰ لکھا، منشی صاحب موصوف نے یہ فتوے شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں دہلی بھیجے۔ منشی صاحب کے جواب میں سراج الہند شاہ عبدالعزیزؒ رقم طراز ہیں:

مشفقِ من! ... و مضمونِ جوابِ ثانی تاج المفسرین، فخر المحدثین سرآمد علمائے محققین مولوین موصوفین مطابق و موافقِ احادیثِ قویّہ و کتبِ اصولِ فقہ معتبرہ، چنانچہ مقابلِ دستخطِ ایشان تصحیح و مہرِ خود ثبت نمودہ شد، ملاحظہ فرمایند تاکہ اطمینانِ کلی خواہد گردید۔ و فرستادنِ استفتائے مذکور نزدِ فقیر در صورتِ بودنِ مہر و دستخطِ برخورداران ممدوحین احتیاجے نداشت، چراکہ ایشاں در علمِ تفسیر و حدیث و فقہ و اصول و منطق وغیرہ از فقیر کمتر نیستند۔ مہر و دستخطِ ایشاں گویا دستخطِ ایں فقیر است و عنایت جنابِ باری عزّ و اسمہٗ کہ شاملِ حال مولوین موصوفین است، شکرِ ایں نعمتِ عظمیٰ ادا کردن نمی توانم۔ حق جلّ و علیٰ زیادہ ازیں بہ مراتبِ عالی فائز گرداند و برائے استحصانِ مبین اصل شریعت جمیع مومنین در جنابِ الٰہی ہمیں دعا خواستن موجب نجاتِ اُخروی است۔

مخلصِ من! مولوین ممدوحین را یکے از علمائے ربانی تصوریدہ، اشکالے کہ افتتاحِ آں محال باشد

روبروئے ایشاں پیش خواہند کرد۔ عنایت فرمائے من! اگرچہ ایں کلمات را بظاہر تعریف وتوصیف خود تصور تواں کرد، لیکن اظہار امر حق ہم بر واقفان واجب ولازم است۔ لہٰذا چشم پوشی در حق مناسب ندانستیم و ہر دو استفتا بکف رقیمۂ ہذا می رسید و از رسیدش مطلع باید نمود۔ ایں وقت بسبب ضعفِ طبیعت بر ہمیں قدر اکتفا گردید۔ والاجمال عندہ ھو مغن عن التفصیل واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل والسلام علیکم و بارک اللّٰہ فی معاشکم ومعادکم[۵]

مشفقِ من! ... دوسرے جواب کا جواب تاج المفسرین، فخر المحدثین سرآمدِ علمائے محققین مولوی عبدالحی صاحب و مولوی اسمٰعیل صاحب کا لکھا ہوا ہے اور احادیثِ قویہ اور اصولِ فقہ کی معتبر کتابوں کے موافق ہے۔ چنانچہ ان کی مہر اور دستخط کے مقابل میں نے بھی اپنی مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔ ملاحظہ فرمالیں، تاکہ اطمینانِ کلی ہو جائے۔

ایسی صورت میں کہ عزیزانِ موصوف کی مہر اور دستخط موجود تھے، اس استفتا کے میرے پاس بھیجنے کی ضرورت نہ تھی، اس لیے کہ یہ دونوں علمِ تفسیر وحدیث وفقہ واصول ومنطق میں مجھ سے کم نہیں۔ ان کی مہر اور دستخط گویا میری مہر اور دستخط ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جو عنایت ان دونوں عزیز فاضلوں کے شاملِ حال ہے، اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر مجھ سے ادا نہیں ہو سکتا۔ حق تعالیٰ ان کو اس سے بھی بلند مراتب پر فائز فرمائے۔ ان لوگوں کے حق میں، جو اصل شریعت کے واضح کرنے والے ہیں، تمام مومنین کا حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا خود ان کے لیے نجاتِ اُخروی کا باعث ہے

میرے دوست، مولوی عبدالحی اور مولوی اسمٰعیل کو علمائے ربانی میں شمار کرنا چاہیے اور جس اشکال کا حل ہونا دشوار ومحال ہو وہ ان کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔ میرے کرم فرما! ان کلمات سے بظاہر اپنی تعریف نکلتی ہے، لیکن امرِ حق کا اظہار واقفوں پر واجب ولازم ہے۔ لہٰذا حق کے معاملے میں چشم پوشی مناسب معلوم نہ ہوئی۔ دونوں استفتا اس خط کے ساتھ پہنچیں گے۔ ان کی رسید سے مطلع فرمایا جائے۔ اس وقت ضعف کی وجہ سے اتنے ہی پر اکتفا کی گئی۔ اور دونوں کے مجمل کلام کی موجودگی میں میری تفصیل کی چنداں ضرورت بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے معاش ومعاد میں برکت عطا فرمائے ...“

---

۵ سید ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہیدؒ، ج ۱، ص ۲۱۸، ۲۲۰

سرسید احمد خان محی السنۃ قامع البدعۃ مولانا مولوی محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ عنوان رقم طراز ہیں:

علم برکش اے آفتاب بلند — خراماں شو اے ابر مشکیں پرند
بنال اے دلِ رعد چوں کوس شاہ — بخند اے لب برق چوں صبح گاہ
بباد اے ہوا قطرۂ تاب را — بگیر اے صدف درکن ایں آب را
برآ اے دراز قصر دریائے خویش — بتاج اے سرِ شاہ کن جائے خویش

یعنی شاہِ کشورِ شریعت گستری، ملک الملوک دیارِ دیں پروری، قامع بتانِ شرک وطغیان، حاویِ موجباتِ علم وایقان، موسس اساسِ کمال، مہذب اوضاعِ حال وقال، سالک مسالکِ ہدایت وارشاد، مجلّی آئینہ صافی اعتقاد، مرکزِ دائرۂ علوم، منطقۂ آسمانِ فہوم، مرتقی مدارج درجاتِ عالی، پیشوائے ادانی و اعالی، مرجع ومآب فضائل، کامروائے طبائع فاضل، رموز فہم سرائر تفسیر قرآنی، دقیقہ یابِ معالم تقدیراتِ ربانی، جامع کمالاتِ صوری ومعنوی، نکتہ سنج کلامِ الٰہی وحدیثِ نبوی، قدوہ اہالی بیش گاہ قبول، جلال غوامض معقول ومنقول، بانی ومبانی فضل وافضال، مہد قواعد تکمیل واکمال، جاہدِ حق ویقین، مثبت دلائل دین، مولائی مخدوم الانامی مولوی محمد اسمٰعیل قدس سرہٗ ... آپ کے آئینہ خاطر نے مصقلہ تائیدِ الٰہی سے ایسی صفا اور جلا حاصل کی تھی کہ اسرارِ جل بے حجاب آپ پر منکشف تھے... اکثر فضلائے کمال کہ دعوئ کتاب دانی و دقیقہ شناسی کا رکھتے تھے، وہ مقاماتِ باریک کہ جن کے صاف کرنے میں روزگار دراز فکر کرنا چاہیے، آپ سے سرِ راہ ملاقی ہو کر باعتبار ظاہر کے بطورِ مناظر کے اس کا استفسار کرتے، اس لحاظ سے کہ اگر ان کے مکان پر جاویں گے تو شاید مطالعہ کتاب یا اعانتِ شروح اور حواشی سے اس کو بیان کریں، اور آپ بے تامل اس کو اس طرح سے تقریر فرماتے کہ ان کو اس جرأت سے کمال خجالت حاصل ہوتی۔

ذکر اس زبدۂ اربابِ کمال کا داعی ہے کہ ہزار ہزار محامدِ پسندیدہ کو زبان پر لاکر اندر کے آتشِ شوق کو تسکین دے:

گہر نثار کند بر سرِ زبان چشم — مرا چو نام شریف تو بر زباں آید

لیکن کیا کرے کہ نہ زبان کو طاقتِ تقریر ہے اور نہ قلم کو یارائے تحریر۔ معقولات میں آپ کا نتیجۂ وہم مثل یقینیات اور منقولات میں آپ کی تنہا نقل مانند متواترات ... جی چاہتا ہے کہ آپ کے حالِ ہدایت اشتمال میں سے قدرے ہدیہ اربابِ کمال کیا جاوے تاکہ خلق ہونا ایسے فردِ کامل کا نمونۂ قدرتِ

رب ذو الجلال سمجھا جاوے . . . (حج سے فراغت کے بعد) ہندوستان کو مراجعت کر کے حضرت (سید احمد شہید) کی خدمت میں اطراف و جوانب میں بسر کی اور ہدایت و ارشاد سے عباد اللہ کو راہِ راست دکھلائی۔ اس اثنا کے احوال تو اس قدر ہیں کہ زبانِ قلم اس کے تصور سے شق ہوتی ہے۔ . . . آخر میں بارشاد سید الطائفہ پیر طریقت کے احوالِ مردمِ شاہ جہان آباد کی طرف سے ملتفت ہو کر راہِ رشد و ہدایت کو وا کیا، اور وعظ و نصائح سے اہلِ غفلت کے کان کھول دیئے؛ جو جو مسائل کہ ان پر مواظبت کرنی ضروریاتِ دین سے تھی اور بہ سبب سستی اور کاہلی علمائے وقت کے عوام روزگار کیا بلکہ خواص کے گوش و وہم تک بھی نہ پہنچے تھے، آپ کی سعی و جد و جہد سے سب پر کھل گئے اور آوازہ اعلامِ سنت اور ہدمِ بنیانِ شرک و بدعت کا وضیع و شریف کے کان تک پہنچ گیا۔ باوجودیکہ اربابِ مشیخت اور صاحبانِ تشخیص کہ سلسلہ اعتقاد و سرشتہ ارادت خاص و عام ان کے ساتھ مستحکم تھا اور کسی کو ان کی مداہنت کا گمان نہ ہوتا تھا۔ اس گمان سے کہ اگر مسائل حقہ گوشِ مردمِ روزگار تک پہنچا تو ہمارے حق میں موجب ضعف کا ہو جائے گا، علمِ منازعت اور لوائے مخالفت بلند کر کے درپے اذیت و اہانت ہوئے، لیکن چونکہ (شاہ اسمٰعیل شہیدؒ) مؤید بتائید اللہ تھے، اس ہدایت و ارشاد سے باز نہ آئے اور خلق کو یہاں تک توفیق اختیار سنتِ نبوی اور ترکِ بدعات و احداث کی ہوئی کہ ایک اور ہی طرح کا نور ہر ایک کی پیشانیِ احوال سے چمکنے لگا اور ان مفسدانِ مضل کا بازار کاسد ہو گیا اور لوگوں نے جان لیا کہ یہ بزرگ بطمع اخذ و جر کے امورِ حق کو آج تک چھپاتے رہے۔

اور بچشمِ خود دیکھا گیا کہ وضیع و شریف کو توفیق نماز کی ایسی ہوئی کہ مسجد جامع میں نماز جمعہ کے واسطے ایسی کثرت ہونے لگی جیسے عیدگاہ میں نمازِ عیدین کے واسطے ہوا کرتی ہے، اور تائیدِ الٰہی اور ان کی صدقِ نیت اور خلوص طویت کی برکت سے الی الآن وہی حال چلا آتا ہے، اور یہ ثواب ان ہی حضرت کے جریدۂ اعمال میں لکھا گیا اور آج تک اس کا اجر ان کی روح پُر فتوح کو پہنچتا جاتا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

آپ کی حسن تقریر سے وہ مسائل غامضہ کہ طالبِ علم کو بعد رد و قدح کے ذہن نشین ہو، جہلائے عامی کو بمجرد استماع کے سمجھ آجاتے تھے اور اس طرح منقوشِ خاطر ہوتے تھے کہ مخالفین میں سے بعضے اہل علم چاہتے کہ کچھ دلائل علمی سے اس کا رد کر کے اس کے ذہن سے نکالیں، ممکن نہ ہوتا۔

جب یہ مطالب خوب چھن گئے، بموجب ارشادِ سید اصفیا یعنی پیرِ طریقِ ہدیٰ کے اس طرح سے تقریر و وعظ کی بنا ڈالی کہ مسائل جہاد فی سبیل اللہ بیشتر بیان ہوتے اور یہاں تک آپ کی صیقل تقریر سے مسلمانوں کا آئینہ باطن مصفا اور مجلا ہو گیا اور اس طرح سے راہِ حق میں سرگرم ہوئے کہ بے اختیار چاہنے لگے کہ عمر اُن کا راہِ خدا میں فدا ہو اور جان ان کی اعلائے نوائے دینِ محمدی میں صرف ہو . . . تائیدِ الٰہی سے ان حضرت کا رعب کفار کے دل میں ایسا متمکن ہوا کہ جس جگہ گروہِ قلیل غزاتِ مسلمین سے متوجہ ہوتا اور اس کا سرگروہ یہ حضرت ہوتے، لشکرِ کفار اگرچہ مور و ملخ سے زیادہ ہوتا بے سروپا فراری ہوتا[۹۲]

برِصغیر پاک و ہند کے ممتاز و مقتدا عالمِ دین مولانا رشید احمد گنگوہی ایک استفتا کے جواب میں رقم فرما ہیں :

" مولوی محمد اسمٰعیل صاحب عالم، متقی، بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے۔ اور تمام عمر اسی حال میں رہے۔ آخر کار جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ پس جس کا ظاہر حال ایسا ہووے۔ وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ حق اللہ فرماتا ہے :

ان اولیاءہ الا المتقون ۝

کوئی نہیں اولیا حق تعالیٰ سوائے متقیوں کے۔

پس بموجب اس آیت کے مولوی اسمٰعیل ولی ہوئے اور حسبِ فحوائے حدیث : من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقتہ فقد وجبت لہ الجنۃ، کے وہ جنتی ہیں۔ سو ایسا جو شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقویٰ کے ساتھ رہا اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا وہ قطعی جنتی ہے اور مخلص ولی ہے . . . مولوی محمد اسمٰعیل شہید ولی مہبط رحمتِ حق تعالیٰ کے ہیں[۹۳]

مؤلف "الیانع الجنی" شیخ محمد محسن بن یحییٰ ترہٹی رقم طراز ہیں :

کان من اذکی الناس بایامہ . . . وکان اشدھم فی دین اللہ واحفظھم للسنۃ یغضب لھا ویندب الیھا ویشنع علی البدع واھلھا . . . "[۹۴]

---

[۹۲] سر سید احمد خان - آثار الصنادید باب چہارم، ص ۹۷ - ۱۰۳، مطبوعہ سید الاخبار ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء

[۹۳] مولانا رشید احمد گنگوہی - فتاویٰ رشیدیہ - ج ۳، ص ۴۹، مطبوعہ دہلی ۱۹۶۲ء

[۹۴] محمد محسن بن یحییٰ ترہٹی - الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی، ص ۱۰۹، مطبوعہ دہلی ۱۳۶۹ھ

شاہ اسمٰعیل شہید اپنے زمانے کے ذکی ترین انسان، اللہ کے دین میں بڑے مضبوط اور سنتِ رسول ﷺ کے نگہبان تھے۔ وہ سنت کی حمایت ہی میں ناراض ہوتے اور سنت ہی کی طرف دعوت دیتے تھے اور سنت ہی کی خاطر بدعات اور اہلِ بدعات پر برافروختہ ہوتے۔

مولانا کرامت علی صاحب جون پوری تحریر فرماتے ہیں :

"مولانا اسمٰعیل صاحب اور مولوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہما بڑے دین دار اور تابع سنت تھے اور ظاہر و باطن کے علوم میں پکے کامل تھے۔ لوگوں کو ہمیشہ توحید اور سنت کی راہ بتلاتے تھے، اور شرک و بدعت کی برائی سناتے تھے، سارے ہندوستان اور بنگالے میں اسلام جو محض ضعیف ہوگیا تھا، انہی بزرگوں کی کوشش سے قوی و تازہ ہوگیا اور لوگ گھر گھر غازی بن گئے اور اکثر لوگ شرک و بدعت کو چھوڑ کر دین دار متقی ہوگئے اور کبھی ان بزرگوں کے قول و فعل سے کوئی امر خلافِ شرع کا آج تک ثابت نہ ہوا۔"[۵۵]

پاک و ہند کے ممتاز عالم دین مولانا محمد میاںؒ رقم طراز ہیں :

"ملک و ملّت کا وہ سرفروش مجاہد جس کا عمل فلسفۂ ولی اللہ کی تفسیر تھا، اور جس کا ایثار قربانی ذبیح اللہ کی زندہ تصویر! جس کا دل دولتِ درد سے مالا مال تھا اور جس کا جگر سوزِ محبت کا سرمایہ دار، جس کا علم ہم دوش عمل اور جس کا عمل آئینہ دارِ علمِ بے پایاں، آزادیِ فکر کا سب سے بڑا حامی ... غلامی کے ناپاک تصور سے ناآشنا، اس کی زندگی سعیِ پیہم تھی، کتابِ زندگی کا آغاز بابِ جہاد سے ہوا اور اسی جہاد پہ زندگی کا آخری ورق پلٹا گیا۔"[۵۶]

مولانا مرحوم ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :

"جس بات کو شاہ ولی اللہ صاحب نے اشاروں میں سمجھایا تھا، جس مفہوم کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے غیر مطبوعہ تفسیر کی عبارتوں میں سمویا تھا، آپ نے کھلے بندوں اس کو واضح کیا اور اس کے ہر ایک پہلو پر روشنی ڈالی۔"[۵۷]

مصورِ پاکستان علامہ اقبال، اکبر الٰہ آبادی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں :

مجدد الف ثانیؒ، عالمگیرؒ، اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم نے اسلامی سیرت کے احیا کی کوشش کی،

---

۵۵ مولانا کرامت علی جون پوری، مقامع المبتدعین، ص ۲۲۹ بحوالہ تکفیری افسانے مصنفہ مولانا نور محمد، ص ۵۱ - لاہور ۱۹۷۶ء

۵۶ مولانا محمد میاںؒ، علمائے ہند کا شاندار ماضی - ج ۲، ص ۱۹۰، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۷ء ۵۷ ایضاً، ص ۱۹۶

مگر صوفیا کی کثرت اور صدیوں کی جمع شدہ قوت نے اس گروہِ احرار کو کامیاب نہ ہونے دیا۔"[58]

مولانا غلام رسول مہرؔ تحریر فرماتے ہیں:

"شاہ صاحب کی شجاعت، دلیری اور بہادری ستائش سے بالاتر ہے۔ وہ اپنی جان عزیز جس بلند مقصد کے لیے نذر کر چکے تھے، اس میں ہر قدم پر شہادت کا خطرہ موجود تھا، تاہم شاہ صاحب کی حالت یہ تھی کہ وہ گولیوں کی بارش میں انتہائی بے تکلفی سے جاتے تھے، دوسرے لوگ پھولوں کی بارش میں بھی اس طرح جانا گوارا نہ کریں۔"[59]

سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

"تیرھویں صدی میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فنا ہو رہی تھی اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم و بدعات کا زور تھا، مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد بریلوی کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدیدِ دین کی نئی تحریک شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا، جب سارے پنجاب پر سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ان دو بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم اٹھایا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی، جس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائیوں سے لے کر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے۔"[60]

عالمِ اسلام کے مایہ ناز مفکر سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

"آپ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے خاندان کے شجرۂ طوبیٰ کی ایک شاخ ہیں۔[61] آپ وہ قابل شخص ہیں کہ جس قوم و ملک میں پیدا ہوتے اس کے لیے قابلِ فخر ہوتے، اسلام کے ان اولوالعزم، عالی ہمت، ذکی، جری اور غیر معمولی افراد میں ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔"[62]

سید موصوف ایک دوسری جگہ رقم طراز ہیں:

الشیخ العالم الکبیر العارف المجاهد فی سبیل الله الشهید اسماعیل ابن عبد الغنی بن ولی الله بن عبد الرحیم العمری الدهلوی احد افراد الدنیا فی الذکاء والفطنة و الشهامة وقوة النفس والصلابة فی الدین ... وکان نادرة من نوادر الزمان و بدیعة من بدائع الحدثان مقبلاً علی الله بقلبه وقالبه مشتغلاً بالافادة والعبادة

---

۵۸ عطاء اللہ شیخ: اقبال نامہ۔ ج ۲، ص ۴۹
۵۹ غلام رسول مہر: جماعتِ مجاہدین، ص ۱۳۰، ۱۳۱
۶۰ ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہیدؒ۔ ج ۱، ص ۶
۶۱ ایضاً، طبع دوم لکھنؤ (۱۹۴۱ء)، ص ۳۲۲
۶۲ ایضاً، ص ۳۲۲، ۳۲۳

مع تواضع وحسن اخلاق وکرم وعفاف وشهامة نفس، وصلابة دين، وحسن محاضرة وقوة عارضة، وفصاحة ورجاحة، فاذا جالسه منحرف الاخلاق اومن له في المسائل الدينية بعض شقاق جاء من سحر بيانه بما يولف بين الماء والنار، و يجمع بين الضب والنون فلا يفارقه الا وهو عنه راض ...؟[۱۳]

عظیم عالم، علامہ، مجاہد فی سبیل اللہ اور بالآخر شہیدِ راہِ حق جناب شیخ اسماعیل بن عبدالغنی بن ولی اللہ بن عبدالرحیم عمری دہلوی، ذہانت، تیزیٔ فہم، بہادری، قوتِ نفس اور دین پر عمل میں مضبوط عمل کے مالک تھے ۔ . . . وہ زمانے کے نوادر میں سے ایک عظیم نادرۂ روزگار تھے، دل وجان سے شیدائے رب تھے۔ شائقین کی علمی رہنمائی، عبادت، تواضع، حسنِ اخلاق، سخاوت و پاک دامنی، شجاعت، دین میں مضبوطی، دقیق علمی مسائل پہ بے تامل ماہرانہ گفتگو، خطیبانہ قوت، فصاحت اور بے مثال قوتِ تاثیر ان کے عالی اوصاف تھے۔

جب کوئی شخص اخلاق سے گراہوا ہوتا یا دینی مسائل میں جھگڑے کھڑے کرتا تو آپ۔ اس سے ایسے ساحرانہ انداز میں گفتگو فرماتے کہ اس کو آگ اور پانی باہم جمع نظر آتے، وہ جب آپ کی مجلس سے اُٹھتا تو اپنی تمام اکڑ بازیاں ختم کر کے آپ کا دم بھرتا ہوا جاتا . . . "

برِّصغیر کے ممتاز عالمِ دین مولانا محمد منظور نعمانی رقم فرما ہیں :

" حقیقتوں کا پورا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، لیکن جہاں تک بشری معلومات اور اطلاعات کا تعلق ہے اپنے دل کے پورے اطمینان کے ساتھ اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ و شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد تیرھویں صدی ہجری (اور انیسویں صدی عیسوی) میں ان کے اخلاف و وارثین حضرت شاہ اسمٰعیل شہید و حضرت سید احمد شہید اور ان کے رفقا نے اللہ کی راہ میں جو قربانیاں دیں اور اسلام کے فروغ اور اس کی سرسبزی کے لیے جو محنتیں کیں، یہاں تک کہ بالاکوٹ کے معرکہ میں اسی راہ میں اپنی جانیں بھی قربان کر دیں، اور پھر ان کی محنتوں اور قربانیوں کا یہاں کے مسلمانوں پر جو اثر پڑا اور اس ملک میں دین کی جو تجدید ظہور میں آئی اور صلاح و تقویٰ اور تعلق باللہ اور روحِ جہاد اور اتباعِ سنت کی صفات میں خود ان بزرگوں کا جو حال تھا ان سب چیزوں کو پیشِ نظر رکھنے کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور میں اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول بندوں میں سے تھے "[۱۴]

---

۱۳ ابی الحسن علی الحسنی، " ترجمہ السید الامام احمد بن عرفان الشہید " ص ۲۲، ۲۳ - مطبوعہ مطبعۃ المنار مصر، ۱۳۵۰ھ

۱۴ محمد منظور نعمانی، فیصلہ کن مناظرہ، ص ۱۶، فیصل آباد، ۱۹۶۴ء

مصنف "الحیاۃ بعد المماۃ" لکھتے ہیں :

"ان میں تمام باتیں اپنے حقیقی دادا شاہ ولی اللہ اور بڑے دادا حضرت عمرؓ کی موجود تھیں"[15]

نامور اہلِ قلم سید صباح الدین عبد الرحمٰن رقم طراز ہیں :

"حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی علمی سرگرمیوں نے یہ ظاہر کر دیا کہ اب اس کا وقت نہیں رہا کہ علما اربابِ رخصت بن کر مدرسوں میں درس دیتے رہیں اور محراب و منبر کی زینت بن کر صحیح عقائد کے اعلان پر قناعت کریں، بلکہ اس کا وقت آگیا ہے کہ اربابِ عزیمت بن کر اسلام کی عزت و ناموس کی پاسبانی کریں، مسلمان خواص و عوام دونوں کی بگڑی ہوئی معاشرت کو سنواریں اور کانٹوں کی راہ پر چل کر سر بکف اور کفن بردوش ہو جائیں۔

انھوں نے تجدید اصلاح کی خاطر پہلے بدعتوں کا استیصال کرنے کی کوشش کی، مسجدوں، عرسوں اور مجلسوں میں جہاں مسلمان جمع ہو جاتے، وعظ کہنے لگتے، اور ان کو توحید اور تقویٰ کی طرف پکار پکار کر بلاتے، معصیت کے اڈوں پر پہنچ کر بھی اللہ کا پیغام سناتے اور معصیت کی زندگی چھوڑ کر صالح زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے۔"[16]

پروفیسر ضیاء الدین احمد شکیب "عبقات" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں :

"شاہ صاحب کی تقاریر نے وقت کی سیادت، عوام کے فکر و نظر اور مذہب کی تعبیر و توجیہ، حیات و کائنات کے روایتی مفہوم سبھی میں انقلاب پیدا کیا اور قوم کو سعی و عمل کے مزے اور موت کی لذت سے آشنا کر دیا۔"[17]

ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال رقم طراز ہیں :

"میرے سفر کی تیسری منزل برصغیر ہند میں اسلام کے احیا کے مطالعہ سے شروع ہوئی۔ اس باب کو تحریر کرتے وقت میں جن شخصیتوں سے متاثر ہوا وہ شاہ ولی اللہ، سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید تھے۔

شاہ ولی اللہ کی تحریروں نے مجھے یہ احساس دلایا کہ فقہ اسلامی اجتہاد کے دروازے کھولنے سے ہی متحرک ہو سکتی ہے۔ نیز شاہ اسمٰعیل شہید کے غیر مقلد ہونے کی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ اٹھارھویں اور انیسویں صدی کے تنزل شدہ اسلامی معاشرہ کے فقہی جمود توڑنا چاہتے تھے۔ یہ تاثر ان کی تصانیف "صراطِ مستقیم" اور "تقویت الایمان" کے مطالعے سے قائم ہوتا

---

[15] فضل حسین : الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۱۰۵۔ آگرہ ۱۹۰۸ء

[16] صباح الدین عبد الرحمٰن، ہندوستان کے سلاطین، علما اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، ص ۹۴۔ اعظم گڑھ ۱۹۶۴ء

[17] ضیاء الدین احمد شکیب، پیش لفظ "عبقات" ترجمہ مناظر احسن گیلانی، ص د

ہے۔ علامہ (اقبال) کے نزدیک یہ دو ہستیاں ان بلند پایہ علما میں سے تھیں جنھیں ہندی اسلام نے پیدا کیا۔[۱۸]

مشہور ادیب و صحافی نصر اللہ خان عزیز مرحوم لکھتے ہیں :

"شاہ صاحب کی زندگی کا نمایاں ترین عنصر "باعملی" تھا اور اس نے ان کے اندر وہ تمام جوہر پیدا کر دیئے تھے جو ایک عظیم الشان انسان کے لیے ضروری ہیں۔"[۱۹]

تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت کے مصنف سید ہاشمی فرید آبادی رقم طراز ہیں :

"شاہ ولی اللہ اصلاحات کے بانی اور جانشین، مفسر و ناشر تھے، مگر ان سے اسلحہ کا کام شاہ اسمٰعیل نے لیا۔"[۲۰]

ہاشمی صاحب موصوف نے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی شہادت کا قطعۂ تاریخ بایں الفاظ موزوں کیا ہے :

فاضل عالی مقام، زاہد والا جناب — وارث و شائع گر علم رسالت مآب

زینت اسم ذبیحؑ، عزت نسل عدی — قائد خالدؓ مثل، کشتہ حمزہؓ جواب

مظہر عاشق حمید، مصدق آیات شہید — عالم کامل عمل، صالح مصلح خطاب

زندۂ جاوید را سالے وفاتے نبود!

چشم بصیرت ببیں "شاہ شہیدے بہ خواب"[۲۱]

۱۲۴۶ھ

(باقی آئندہ)

---

[۱۸] جاوید اقبال، مئے لالہ فام، ص، گ، ل

[۱۹] نصر اللہ خان عزیز، مقالہ "اسوۂ شہید اور مسلمانانِ ہند" مشمولہ در "شاہ اسمٰعیل شہیدؒ"، ص ۲۴۷

[۲۰] ہاشمی فرید آبادی، تاریخ مسلمانانِ پاکستان و بھارت، ج ۱، ص ۳۰۱

[۲۱] ایضاً، ص ۳۰۴